

سید احمد بریلوی کے فسانہ جہاد کی

# حقیقت

مولانا کسیم الدین صاحب

سید نور محمد قادری

ری مجلس رضا (رجسٹرڈ)، لاہور

سید احمد بریلوی کے فسانہ جہاد کی

# حقیقت

سید نور محمد قادری

مرکزی مجلس رضا (رجسٹرڈ) لاہور -



”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“

## حرف آغاز

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد جو چاہے آپ کا حق مجھ سے کیا کرے

(۱)

جب چند لوگوں نے سورج بننے کے شوق میں ”تاریخ سازی“ کا دھندہ شروع کیا تو اپنے اس کاروبار کے فطری تقاضوں کی تکمیل کے لیے انہوں نے دہلی و تلمیس اور تحریف و انحراف کے جملہ لوازمات کو بروئے کار لاتے ہوئے نت نئے شوشے پھوڑنے کا پورا پورا اہتمام کیا۔ اپنے ”ناچائز“ تاریخی وجود کو سند بواز فراہم کرنے کے لیے ان ”انواہوں“ کی اس مکاری کے ساتھ تشہیر کی گئی کہ ”ریڈی میٹ ٹو زین“ ان کی حقانیت تسلیم کر بیٹھے اور ان ”تلمیسات“ کو اپنی ”حقیقات“ کا ماحذ قرار دینے لگے۔ اس قسم کے جدید تاریخ سازوں میں نمایاں نام جناب غلام رسول مہر کا ہے۔ کانگریسی ذہنیت اور گاندھوی افکار کی چھاپ ان کی تحریروں میں جا بجا دیکھی جاسکتی ہے۔ موصوف تاریخ ”گھڑنے“ میں درجہ امامت کو پہنچے ہوئے تھے۔ تاریخی حقائق کو اپنی خود ساختہ داستان ”کی تائید میں اس ڈھٹائی سے ڈھالتے کہ حقائق سبٹا کر اور تاریخ تلملا کر رہ جاتی۔ روایات و واقعات کا تیا پانچہ کرنے میں موصوف اس قدر بیڑ مٹولی حاصل کر چکے تھے کہ ان کے بعد آنے والے مذکورہ ”تاریخ ساز“ ان کی ابتداء پر مجبور رہیں۔ ”تاریخی خیانتوں“ کا جھومر مانتے پر سہا کر بطور فخر اپنی اس ”پلاسٹک سرجری“ کو ایک جگہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

”میں مجاہدین کی شان و آبرو کو بہر حال قائم رکھنے کی کوشش کرتا ہوں اگرچہ وہ

بانی مجلس حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ اترسری

سلسلہ مطبوعات مرکزی مجلس رضا

کتاب \_\_\_\_\_ سید احمد بریلوی کے فسانہ جہاد کی حقیقت  
مؤلف \_\_\_\_\_ سید نور محمد قادری  
حرف آغاز \_\_\_\_\_ سید عارف محمود مجبور  
ناشر \_\_\_\_\_ مرکزی مجلس رضا - لاہور  
مطبع \_\_\_\_\_ حامد اینڈ کمپنی پرنٹرز - لاہور  
بدیہ \_\_\_\_\_ دعائے خیر بحق معاونین مجلس رضا  
سن طباعت \_\_\_\_\_ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ و ستمبر ۱۹۸۴ء  
تعداد \_\_\_\_\_ چھ ہزار

ملنے کا پتہ

مرکزی مجلس رضا (رجسٹرڈ)

پوسٹ بکس ۲۲۰۶ - لاہور

بیرونیات کے حضرات ایک روپہ کے ڈک ٹکٹ بھیج کر منگائیں۔



سابقہ بیانات کے عین مطابق نہ ہو۔

بات ہے جو صحیح کہ انہوں نے اپنا کپا بیچ کر دکھایا۔ مسئلہ تاریخی واقعات کو اپنے ذاتی نظریے کے تحت بدل کر خیانت کی۔ داستانِ بالا کوٹ کی ”آہامی کتابوں“ کو منسوخ کر دیا۔ قیامِ پاکستان کے نئے موڑ کو غنیمت سمجھتے ہوئے اگر ایک طرف ”مقتولینِ بالا کوٹ“ کو ان کی اپنی ”رحمِ دل“ اور ”مہربان“ سرکارِ انگریزی سے معاوضہ برسرِ پیکار ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی بلکہ گاندھی کی ننگوٹی تک کا زور لگایا تو دوسری طرف خود پاکستان ہی کے قیام کو ”سید احمد اینڈ کو“ کی مسلم کش اور انگریز نواز مساعی کا حاصل قرار دے دیا۔ ”سرکارِ انگریزی“ سے محاذ آرائی پر مبنی نہایت بے وفائی کی صفائی کے ساتھ ساتھ مجھے بالخصوص یہاں سید احمد صاحب پر سے موخر الذکر الزام کا بوجھ ہلکا کرنا ہے کہ جس نے انہیں وہ جہاں کہیں بھی ہیں ”غرقِ ندامت“ میں ڈبو کر رکھا ہو گا۔

گو کہ ہر صاحبِ اورانی کے ”تاریخی پس خوردہ“ پر پلنے والے جملہ ”تاریخ ساز“ سوائے فرضی کہانیوں کے ان ”افواہوں“ کی حقیقت پر کوئی مضبوط اور ٹھوس دلیل تو ”جہم“ نہ دے سکے۔ تاہم ہمارے لیے ایک در باتوں کی وضاحت کے لیے راہ ہموار کر گئے۔ اب صورتِ حال کچھ یوں ہے کہ اگر وہ دامن سے منہ ڈھانپتے ہیں تو ”مسلم تحریقا“ اپنا آپ ظاہر کرتا ہے اور اگر منہ کھلا رکھ چھوڑتے ہیں تو ”بددیانتی“ کے دھتے دن کے اجالے میں رات کا سماں پیدا کر دیتے ہیں۔

(۲) قاتلِ المسلمین سید احمد اینڈ کو کی تحریک کے کرائی کا تبین، مولوی محمد جعفر تحفانیسری اور مرزا حیرت دہلوی سمیت جملہ شریکِ سفر، ہم عصر اور ہم فکر مذکورہ نگار اس حقیقت پر یک زبان ہیں کہ ”مقتولینِ بالا کوٹ“ کا اپنی ”سرکارِ انگریزی“ کی عملداری

میں فتنہ و فساد برپا کرنے کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ اس آزاد عملداری کو اپنی عملداری سمجھتے ہوئے بارود کی ٹوک ہر جگہ دندناتے پھرتے تھے۔ اور اپنی ”مہربان“ اور ”رحمِ دل“ انگریز سرکار کے خلاف اٹھنے والی ہر اندرونی اور بیرونی شورش سے نبرد آزما ہونے کا اعلان رکھتے تھے تفصیلات ملاحظہ ہوں۔

بقول مولانا مسعود عالم ندوی ”شہدِ صحابہ کی یاد تازہ کرنے والے بزرگ“ مولوی محمد جعفر تحفانیسری رقم طراز ہیں:-

”یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اٹھائے قیامِ کلکتہ میں جب ایک روز مولانا محمد اسماعیل شہید“ وعظ فرما رہے تھے تو ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکارِ انگریزی سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں! اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے روپا اور غیر متعصب سرکار سے کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں۔“

اسی واقع پر میرزا حیرت دہلوی مزید روشنی ڈالتے ہیں:-

”کلکتہ میں جب مولانا اسماعیل صاحب نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا ہے اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی ہے تو ایک شخص نے دریافت کیا آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے۔ آپ نے جواب دیا ان پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں۔ ایک تران کی رعیت ہیں۔ دوسرے ہمارے مذہبی ارکان ادا کرنے میں وہ ذرہ بھر بھی دستِ اندازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے۔ بلکہ ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں۔ اور اپنی



گورنمنٹ پر پہنچ نہ آئے ہیں۔<sup>۱</sup>  
ایک اور وعظ، کو شیخ محمد اکرام تمام تر تفصیلات کے ساتھ ”سوانح احمدی“ کے  
حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔

”جب آپ (سید احمد صاحب) سکھوں سے جہاد کرنے کو تشریف لے جاتے  
تھے کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ اتنی دور سکھوں پر جہاد کرنے کو  
کیوں جاتے ہو۔ انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں۔ اور دین اسلام سے کیا  
منکر نہیں ہیں۔ گھر کے گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان لے لو  
یہاں لاکھوں آدمی آپ کے شریک اور مددگار ہو جائیں گے۔ سید صاحب  
نے جواب دیا کہ سرکار انگریزی کو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور  
تعدي نہیں کرتی۔ اور نہ ان کو فرضِ مذہبی اور عبادتِ لازمی سے روکتی  
ہے ہم ان کے ملک میں اعلانیہ وعظ کہتے اور تروتک مذہب کرتے ہیں  
وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی بلکہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو  
اس کو سزا دینے کو تیار ہے۔ پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے  
جہاد کریں۔ اور خلافِ اصول مذہبِ طرین کا خون بلا سبب گرائیں۔<sup>۲</sup>  
سید صاحب کے ہم عقیدہ ایک مشہور ”وہابی“ ان واقعات کی تصدیق میں  
رقطراز ہیں۔

”سید صاحب۔ مولوی اسماعیل صاحب نے انگریزوں سے جہاد کرنے کا  
ارادہ نہیں کیا اور مولوی اسماعیل صاحب نے حکومت میں اپنی مجلس وعظ میں  
بر ملا کہہ دیا کہ ہم کو انگریزوں سے جہاد کرنا جائز نہیں۔“<sup>۳</sup>

۱۔ حیاتِ طیبہ از میرزا جیرت دہلوی ص ۲۲۳ مطبوعہ فاروقی دہلی ۱۹۵۷ء کوثر از شیخ محمد اکرام ص ۲  
۲۔ اشاعت السنۃ از مولوی محمد حسین شاہ ص ۵۵ ضمیمہ ۶۔ جلد ۳۰

یہ دو دہائیہ مشہور بغیر تقلید عالم نواب صدیق حسن بھوپالی ”ازام بے رفا“ کی صفات  
کے ساتھ دہائی اور باغی کو لازم و ملزوم قرار دینے والے ”تاریخی نابالغوں“ کے منہ پر  
زنائے دارِ قیصر رسید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

”نہ انہوں نے (سید صاحب نے) سرکار انگریزی سے کبھی جہاد کیا اور نہ  
ہندوستان میں فتویٰ جہاد کا لکھا۔ اسی طرح جو تصنیف سید احمد شاہ صاحب  
بریلوی اور ان کے مریدوں کی ہے اس میں کہیں بھی ذکر وہابیوں کا نہیں  
اور نہ مسئلہ جہاد کا لکھا ہے۔

تقویمۃ الایمان مؤلفہ مولوی اسماعیل دہلوی ہے۔ اس میں ذکر و تشریح  
و بدعت کا ہے۔ کہیں وہابیوں کا اور مسئلہ جہاد کا پتہ بھی نہیں۔ گورنمنٹ  
اگر ساری کتابوں کو جمع فرما کر ملاحظہ کرے تو کسی کتاب میں ان سب  
سے مسئلہ جہاد کا یا بغاوت کا سرکار انگلشیہ سے یا فساد سکھانے کی  
کوئی بات نہ پاوے گی۔“<sup>۱</sup>

یہی نواب صاحب اپنی ایک اور کتاب میں مزید وضاحت فرماتے ہیں:-  
در دیکھ جمعیت ہم رسید ازین دیا ر ہجرت نمودہ مجدد و افغانستان  
پیوستند و قتال و بعد از رادر دیا ر ہند کہ زیر حکومت دولت انگلشیہ بود  
جہاد ندیدند۔“<sup>۲</sup>

(ترجمہ) ”جب ایک جماعت فراہم ہوگئی تو اس ملک (ہندوستان) سے  
ہجرت کر کے حدود افغانستان میں چلے گئے اور ملک ہندوستان میں جو

۱۔ ترجمان دہلیہ از نواب صدیق حسن بھوپالی ص ۵۲، ۵۳ ۲۔ تقصیر جہاد الاحرار از نواب  
صدیق حسن بھوپالی ص ۱۸۵ بحوالہ ۱۸۵۷ء کا جہاد از پیام شاہ جہانپوری مطبوعہ لاہور



انگریزی حکومت کے ماتحت تھا آپ جنگ و جدال کو جہاد نہیں سمجھتے تھے  
ترجمان حقیقت حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے انہی راقعات کے پیش نظر  
کیا خوب ارشاد فرمایا ہے

مُلک کو بے جوہر میں سمجھنے کی اجازت ۴ نادراں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد  
(۳)

”من ترا متا یگیرم تو مرا حاجی بگو“ کے مصداق سید احمد اینڈ کوکی ”واعظانہ  
خدمات کا غوصانہ“ سرکار انگریزی نے بطریق احسن ادا کیا۔  
سید صاحب کے فانی عقیدت مند مولوی محمد جعفر تھانیسری ”تبادلہ خدمات“  
کے ضمن میں رقم طراز ہیں:-

”سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا  
وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے۔ اور اس میں  
شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی  
تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی“ ۱  
دیوبندی فرقہ کے مشہور مناظر منظور نعمانی صاحب کی زیر ادارت شائع ہونے  
والے ماہنامے کی گواہی ملاحظہ ہو:-

”مشہور یہ ہے کہ آپ نے انگریزوں سے مخالفت کا کوئی اعلان نہیں  
کیا۔ بلکہ کلکتہ یا پٹنہ میں ان کے ساتھ تعاون کا اظہار کیا۔ اور یہ  
بھی مشہور ہے کہ انگریزوں نے بعض موقعوں پر آپ کی امداد بھی کی  
تھی“ ۲

مذکورہ بالا فرقہ کی اس سے بھی بڑی اتھارٹی کی شہادت ملاحظہ ہو۔ یہ ہیں  
دیوبند کے شیخ الحدیث اور ملت از وطن است ”اے موجد“ مشہور کانگریسی رہنما  
جناب حسین احمد مدنی۔ ارشاد فرماتے ہیں:-

”جب سید صاحب کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں  
نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کو مہیا کرنے میں سید صاحب  
کی مدد کی ۳

یہ تو ان کی ”رحم دل“ اور ”مہربان“ گورنمنٹ کی طرف سے اپنے ”جانثاروں“  
کو سامان جنگ کی لگاتار سپلائی کی چند مثالیں تھیں۔ اب گنگے ہاتھوں سرکار  
انگریزی کی جانب سے اپنے فدا یوں کو ”نان و نفقہ“ کی فراہمی کے چند راقعات  
ملاحظہ فرمائیے۔

”گھر کا بھیدی نکا ڈھائے“ کی توضیح اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ سرکار  
انگریزی کے اپنے ”دلی خیر خواہوں“ کو دیئے گئے ایک ”عشناٹے“ میں شریک  
”لحعام“ سید صاحب کے بھانجے سید محمد علی ”دوازشات سرکار“ کی تفصیل میں  
”انکھوں دیکھا“ حال بیان کرتے ہیں:-

”ساعتی نگہ شستہ بود کہ دید بانان بعض رسانیدند کہ شعلہا اینک  
رسیدند دریں گفتگو بودند چہ می بیند کہ انگریزی براسپے سوار مع  
چند عافہا پرا از طعام متفصل کشتی رسید و پرسید ”پادری صاحب“  
کجا است۔ حضرت از کشتی جواب دادند کہ اینجا موجودم تشریف  
بیارند فی الفور اسب فرود آمدہ و کلاہ خود بدست خود میچنان



بکشتی رسید و بعد از پُرسش حال یک دگر بعض رسائید کہ از سہ روز  
خبرداران مابرائی اخبار قافلہ شریف ہمراہی حضرت موجودہ بود  
امروز خبر آوردند کہ اغلب کہ حضرت مع قافلہ امروز بجا ذات مکان  
شمار فروش خواہند شد و بجز و این ندید فرحت جاوید برائی ترتیب  
ما حضرتی تا غروب آفتاب مشغولی بودم۔ چون طیار گردید بخدمت حاضر  
آوردیم۔ حضرت ملازمان را مامور ساختند تا آن اطعمہ را از ظروف  
وادانی ایشان بر آوردہ بطرف خوشن گیرند ما مورین حسب الامر بجا  
آوردہ و قافلہ تقسیم ساختند و مقدار دو ساعت بخوبی آن انگریز  
بمحضر حاضر ماندہ و رخصت خواستہ روانہ گردید۔  
دعوت مذکورہ کے چشم دید راوی سید محمد علی کے بارے مشہور "مذکر حقائق" قلم سول  
مہر صاحب کے تاثرات ملاحظہ ہوں۔

"سید صاحب کے چار بھائی تھے۔ بڑے سید محمد علی، جنہوں نے ابتداء  
سے آغاز جہاد تک کے حالات لکھے اور اس کتاب کا نام "مخزن احمدی"  
رکھا۔ ایک مرتبہ چھپ بھی گئی تھی مگر اب کیا اب بلکہ نایاب ہے۔  
اسی محفل "ناد و نوش" کی تفصیلات کے ضمن میں مولوی محمد جعفر تھانیسری  
"ایک انگریز کا سارے قافلے کی دعوت کرنا کے زیر عنوان لکھتے ہیں :-  
"ایک انگریز گھوڑے پر سوار بہت سا کھانا قسم قسم کا ہنگلیوں میں  
رکھواٹے چلا آتا ہے۔ اس نے کشتی کے نزدیک آ کر پوچھا کہ پادری صاحب"

۱۴۹  
۱۴۸  
۱۴۷  
۱۴۶  
۱۴۵  
۱۴۴  
۱۴۳  
۱۴۲  
۱۴۱  
۱۴۰  
۱۳۹  
۱۳۸  
۱۳۷  
۱۳۶  
۱۳۵  
۱۳۴  
۱۳۳  
۱۳۲  
۱۳۱  
۱۳۰  
۱۲۹  
۱۲۸  
۱۲۷  
۱۲۶  
۱۲۵  
۱۲۴  
۱۲۳  
۱۲۲  
۱۲۱  
۱۲۰  
۱۱۹  
۱۱۸  
۱۱۷  
۱۱۶  
۱۱۵  
۱۱۴  
۱۱۳  
۱۱۲  
۱۱۱  
۱۱۰  
۱۰۹  
۱۰۸  
۱۰۷  
۱۰۶  
۱۰۵  
۱۰۴  
۱۰۳  
۱۰۲  
۱۰۱  
۱۰۰  
۹۹  
۹۸  
۹۷  
۹۶  
۹۵  
۹۴  
۹۳  
۹۲  
۹۱  
۹۰  
۸۹  
۸۸  
۸۷  
۸۶  
۸۵  
۸۴  
۸۳  
۸۲  
۸۱  
۸۰  
۷۹  
۷۸  
۷۷  
۷۶  
۷۵  
۷۴  
۷۳  
۷۲  
۷۱  
۷۰  
۶۹  
۶۸  
۶۷  
۶۶  
۶۵  
۶۴  
۶۳  
۶۲  
۶۱  
۶۰  
۵۹  
۵۸  
۵۷  
۵۶  
۵۵  
۵۴  
۵۳  
۵۲  
۵۱  
۵۰  
۴۹  
۴۸  
۴۷  
۴۶  
۴۵  
۴۴  
۴۳  
۴۲  
۴۱  
۴۰  
۳۹  
۳۸  
۳۷  
۳۶  
۳۵  
۳۴  
۳۳  
۳۲  
۳۱  
۳۰  
۲۹  
۲۸  
۲۷  
۲۶  
۲۵  
۲۴  
۲۳  
۲۲  
۲۱  
۲۰  
۱۹  
۱۸  
۱۷  
۱۶  
۱۵  
۱۴  
۱۳  
۱۲  
۱۱  
۱۰  
۹  
۸  
۷  
۶  
۵  
۴  
۳  
۲  
۱

دوبارہ چھپ گئی ہے ۱۴۹ افادات مہر ۱۴۹

کہاں ہیں۔ بعد سلام و مزاج پُرسی کے عرض کیا کہ تین روز سے میں نے  
نذکر واسطہ خبر لانے تشریف آوری حضور اس طرف تعینات کر رکھے  
تھے۔ سو آج انہوں نے مجھ کو خبر دی یہ ما حضرت واسطے حضور اور  
کُل قافلے کے تیار کر کے لایا ہوا۔ براہ بندہ نوازی اس کو قبول  
فرمایا۔ حضرت نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ فوراً کھانا اپنے بزموں  
میں لے کر قافلے میں تقسیم کر دو۔ قریب دو گھنٹی تک وہ انگریز  
حضور میں حاضر رہا، ۱۴۸

"دعوت سرکار" کی انہی حسین یادوں کو سید احمد صاحب کے نبی فرزند  
مشہور اہل قلم سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب "سید احمد شہید" حصہ  
اول کے صفحات ۱۱۸ اور ۲۱ پر بڑی آب و تاب کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔  
یہ تفصیلات جہاں سرکار انگریزی کی جانب سے حقوقی زور جیت کی مکمل نگہبانی  
کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔ وہیں "پادری صاحب" کے الفاظ جس پرانی آشنائی اور  
"دیرینہ تعلق" کو طشت از بام کر رہے ہیں۔ ان کے بارے میں اپنی طرف سے  
کوئی رائے دینا قارئین کرام کے فہم و ادراک کو چیلنج کرنے کے مترادف سمجھتا ہوں۔  
چونکہ یہ دعوتیں ہر روز ہوتی تھیں اس لیے تمام تذکرہ نگاران کی تفصیل گاہے  
بگاہے نقل کرتے رہے ہیں۔ ایسی ہی ایک پر خلوص دعوت کے بارے سید صاحب  
کے نبی فرزند "سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں۔

"حضرت کے پاس ایک انگریز کی ہندوستانی بیوی آئی اور کھانے کی دعوت  
دی۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ چہرہ فرنگی (خاوند) آیا تو آپ نے



۱۲  
نہایت تباہی دعوت کیوں نہ قبول کریں گے۔ سو آپ نے دعوت قبول فرمائی

اس دن اس کی دعوت کھائی، ۱۷

ذرا قبول دعوت کی "کسوٹی" ملاحظہ فرمائیے۔

جناب غلام رسول ہر اپنے مدد و محبت صاحب کے سرکار انگریزی کے ساتھ "قریبی روابط" کو صفحہ ہستی سے "محو" کرنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ وہ بھی ہزار احتیاج کے باوجود اس واقعے کا ذکر کئے بغیر نہ رہ سکے ۱۷

(۴)

اس قدر تمہید کے بعد جدید تاریخ کے "موجد" اور "قصہ نو" بالاکوٹ کے خالق جناب غلام رسول ہر کے اس "تاریخی مذاق" کی کیا حقیقت بقایا رہ جاتی ہے کہ سید احمد صاحب وغیرہ کی اصل جنگ تو اپنی سرکار انگریزی سے تھی سکھ تو ضمن درمیانی میں آگئے تھے "مذکورہ بالا حقائق و واقعات کی روشنی میں "سید احمد اینڈ کو" پر تھوپا جانے والی اپنی "سرکار انگریزی" سے بے وفائی کی "تہمت" کا جو انجام مقدر ہو چکا ہے تاریخ کرام اس سے بخوبی باخبر ہیں۔ لہذا اس ضمن میں مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں۔

یہ معاملہ کہ پاکستان کا معرض وجود میں آنا قاتل المسلمین سید احمد ربیاری کی برائے نام جدوجہد کا مرہون منت ہے تو اس پس منظر میں "سرکار انگریزی" کے ان "ازلی بہرے داروں" کو خواجواہ گھسیٹنے کی جو سازش کی گئی اور "سرکاری لشکر" پر اکتفا کرنے والے ان "بے ضرر" مجاہدین پر جو "بہتان تراشی" ہوئی۔ اس کے ازالے کے لیے چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

۱۷ سیرت سید احمد رشید، از ابوالحسن علی ندوی حصہ اول ص ۲۱۹ ۱۷ دیکھیے سید رشید  
از غلام رسول ہر صفحہ ۱۷

مثال کے طور پر اگر "جدید تاریخ سازوں" کے مصنوعی موقف کو تسلیم کر لیا جائے کہ پاکستان سید احمد اینڈ کو کی "سعی" کا حاصل "کا حاصل" ہے تو اس صورت میں ہائے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ ہم گاندھی کی "نگوٹی" کے اسیر اور اگھنڈ بھارت کے سفیر سرحدی گاندھی اور ان کے برنخوردار خان عبد الولی خاں کے ان الزامات کو بلا چون و چرا تسلیم کر لیں کہ قرارداد پاکستان انگریز کی رضا اور قیام پاکستان انگریز کی عطا کے مندرجہ احسان ہیں۔ چونکہ مقتولین بالاکوٹ کے سرکار انگلشیہ کے ساتھ خصوصی تعلقات کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں اس لیے۔ سید احمد اینڈ کو کے پاکستان کے پس منظر میں زبردستی "ملوث" کیے جانے سے ان گٹھالہ پرستوں کے موقف کو جو استحکام حاصل ہوگا وہ محتاج وضاحت نہیں۔ مگر جب ہم دونوں مذاول کے اپنے اپنے "سرپرستوں" کے ساتھ مؤدبانہ مراسم کی تفصیلات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہماری نظر میں ان دعووں کی الزامات سے زیادہ کوئی اہمیت باقی نہیں رہ جاتی سید احمد اینڈ کو کے "سرکار انگریزی" سے "قریبی روابط" اور "نیاز مندانه مراسم" کی زیارت آپ سطور سابقہ میں کر چکے ہیں۔ رہے خان صاحبان تو حکومت ہند کے ساتھ ان کے "خصیہ تعلقات" اور "برخوردارانہ نسبت" کوئی راز سرشتہ نہیں کہ جسے بے نقاب کیا جائے۔

اندریں حالات اگر آپ خان صاحبان کے موقف کو ملایا میٹ کرنا چاہتے ہیں تو قیام پاکستان کے پس منظر سے سید احمد اینڈ کو اس طرح نکالی جاہر کریں جیسے کھن سے بال نکال کر چھینک دیا جاتا ہے ہو سکتا ہے کہ کوئی "عقیدت مند" اشتراک عقائد کی بنا پر یہ جسارت نہ کر سکے تو اس کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ اس تاریخی جھوٹ کو ہضم کرنے کے ساتھ ساتھ خان صاحبان کے بیان کردہ "بین الاقوامی جھوٹ" کو بھی من و عن تسلیم کرے۔ اس کے سوا کوئی اور راہ مفید نہیں ہے۔



تصویر کے درنوں رخ آپ کے سامنے ہیں۔ اگر آپ اصل اور نقل میں تمیز کرنے سے غاری نہ ہوئے ہوں تو حقیقت تک رسائی کوئی امر محال نہیں۔ یہ فرض اب آپ پر عائد ہوتا ہے کہ ان "افواہوں" کے "مسنوعی تقدس" کو پامال کرنے ہوئے کھرے اور کھوٹے کو الگ کر دکھائیں۔ "جدید تاریخ سازوں" کی پھیلائی ہوئی بدگمانیوں کو سپرد خاک کر کے دنیا کو یہ بتا دیں کہ پاکستان لاکھوں مسلمانوں کی قربانیوں اور کروڑوں مسلمانوں کی دعاؤں کے صدقے ملنے والا عطیہ خداوندی ہے۔ اور اس کے قیام میں کسی سیاہ باطن انگریز یا سید احمد اینڈ کو جیسے "خیر خواہان" انگریز، کی نام نہاد مساعی کا کوئی دخل نہیں۔

دعویٰ اور جواب دعویٰ کی موجودگی میں آپ کے لیے اس امر کا فیصلہ کرنا ناممکنات میں سے نہیں۔ امید ہے آپ اس صفحہ میں کسی گرفتار سوتل یا مستعار عقل سے کام نہیں لیں گے

## کچھ مصنف کے بارے میں

فاضل مقالہ نگار محترم سید نور محمد قادری صاحب کا نام علمی اور ادبی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ ایک محقق، مصنف، ادیب اور نقاد کی حیثیت سے آپ گزشتہ کئی سالوں سے مصروف عمل ہیں۔ وسائل سے دور اور مسائل سے بھرپور ماحول میں انہوں نے جس طرح علم و تحقیق کی شمعیں فروزاں کی ہیں اس بنا پر ہم ان کی بے پناہ ہمت اور حوصلے کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ منجملہ دیگر موضوعات کے اقبالیات کے سلسلے میں ان کی

بعض تحقیقات اتھارٹی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اب تک "اقبال کا آخری معرکہ" اور "اقبال" کے دینی و سیاسی افکار کے نام سے ان کی دو کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں ان دنوں "اقبال اور عشق رسول" "اقبال اور اہل بیت" اور "اقبال اور ادیبانہ کرام" کے عنوانات پر مصروف تحقیق ہیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کی سیاسی بصیرت اور اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری پر ایک نظر کی صورت میں ان کے دو بہترین مقالے اہل علم سے داد و تحفہ وصول کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ قومی اخبارات اور رسائل میں ان کے بے شمار مضامین چھپتے رہتے ہیں۔ زیر نظر مقالہ بھی ان کی دیرینہ تحقیق و تجزیہ کا شاہکار ہے۔ اس کے مستند ہونے کی ضمانت قادری صاحب کا اہم گرامی ہے۔ موصوف نے اس مقالے میں جس خوبصورتی کے ساتھ ایک منفرد انداز میں تحریک بالا کوٹ کے "خفیہ عزائم" اور باطنی منصوبوں پر پردہ اٹھایا ہے اس کا اندازہ آپ اسے پڑھنے کے بعد بخوبی لگا سکتے ہیں۔

اس قیمتی مقالے کی ترتیب اور اشاعت کی ترغیب پر ہم قادری صاحب مدظلہ کے ممنون ہیں۔ اور مقالے میں موجود فارسی عبارات کے اردو ترجمے پر ہم جناب ریاض احمد مصطفی ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی (دبجات) کے شکریہ گزار ہیں انہی معروضات پر آپ سے اجازت چاہوں گا۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو!

جن ۱۹۸۳ء  
احقر سید عارف محمود بھٹو رضوی  
رکن پاکستان سٹی رائیٹرز گلڈ

لطف تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہوں :-

(۱) زندہ رود - جلد دوم از مشر جسٹس جاوید اقبال

(۲) دانائے راز - از سید نذیر نیازی

مرحوم -

۱۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن مزید اضافوں کے ساتھ منظر عام پر آ رہا ہے اسی طرح ان کی کتاب "اردو کی بہترین نعتیہ غزلیں" بھی طباعت کے آخری مراحل میں ہے۔



# سید احمد بریلوی کے فسانہ جہاد کی حقیقت

از سید نور محمد قادری

کسی کا قول ہے کہ اگر جھوٹ کو بار بار اور منظم طریقہ سے دہرایا جائے تو وہ آہستہ آہستہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور سچ بھی ایسا کہ اصل حقیقت اس کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے۔ یہی کچھ سید احمد بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی کے نام نہاد جہاد کے افسانے کے بارے میں ہوا ہے اور اسے یہاں تک حقیقت کا روپ عطا کر دیا گیا ہے کہ اگر کسی کے سامنے کہا جائے کہ جہاد تو محض پروردہ یا بہانہ تھا سید احمد بریلوی اور اُن کے ساتھیوں کا اصل مقصد تو اختلافی عقائد رکھنے والی اُمت محمدیہ کا قتال اور انہیں نیست و نابود کرنا تھا تو وہ تسلیم نہیں کرے گا۔ لیکن حقیقت اگر مدتوں بھی نگاہوں سے ارجھل رہے چھپائے چھپ نہیں سکتی اور کبھی نہ کبھی جانِ لخت و ذوقِ ابطال کا نعرہ لگاتی ہوئی نگاہوں کے سامنے آ جاتی ہے اور باطل کا نام و نشان تک مٹا دیتی ہے۔

آج ہم سید احمد بریلوی صاحب اور مولوی اسماعیل کی اپنی تحریروں ہی سے اصل حقائق پیش کر رہے ہیں۔ ممکن ہے اس طرح سے تاریخ کا دھارا اصل رخ اختیار کرے۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ سید صاحب کے جہاد کا دائرہ صرف سکھوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ انگریزوں کو بھی ہندوستان سے نکالنا اُن کے مقاصد میں شامل تھا۔ اس افسانہ کی تردید تو مولانا غلام رسول مہر صاحب ہی کے قلم سے ہو جاتی

ہے اور وہ یوں کہ مہر صاحب نے سید احمد شہید، سرگزشت مجاہدین اور جماعت مجاہدین کے نام سے جو کتابیں ترتیب دیں اور اس سلسلہ میں انہیں جو محنت شاقہ اٹھانی پڑی اور اصل مآخذ تک پہنچنے کے لیے انہوں نے پیرانہ سالی میں جو تنگ و دور کی اس کی کیفیت انہوں نے ان کتابوں کے چھپنے کے پندرہ سو سال بعد ماہنامہ ”ماہ نو“ کراچی کے اکتوبر ۱۹۶۲ء کے شمارہ میں بعنوان ”سید احمد شہید ایک کتاب کی سرگزشت“ شائع کر دئی ہے۔ ان کتابوں کی تیاری میں انہیں سب سے زیادہ امداد اور صحیح معلومات سید عبدالجبار شاہ صاحب ستخانوی سابق شاہ سوات سے ملیں۔ شاہ صاحب سید صاحب کے جہاد کو صرف سکھوں تک محدود سمجھتے تھے۔ اب اس حقیقت کو مولانا مہر کے جادو رقم قلم کے حوالہ سے سنئے۔

”۱۹۳۳ء میں میری ملاقات سید عبدالجبار شاہ صاحب ستخانوی مرحوم سے ہوئی وہ دورِ حاضر کے ایک جلیل القدر فرد تھے جن کے امتیازی اوصاف و خاصان کا تفصیلی ذکر یہاں نہیں چھیڑا جا سکتا۔ تاہم اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ وہ شیر خوار تھے جب اُن کے خاندان کے تمام افراد شہید کر دیئے گئے۔ وطن سے باہر انہوں نے تعلیم و تربیت پائی پھر اپنی خدا واد صلاحیتوں کی بدولت ریاست امب کے مشیر و وزیر بنے۔ دو سال سوات کے بادشاہ بھی رہے۔ سرحد کے تاریخی و جغرافیائی حالات کا وہ دائرۃ المعارف ہیں۔ انہوں نے متعدد ضخیم جلدیں مرتب کر دیں جو علاقہ سرحد اور علاقہ آزاد کے ایک ایک رئیس ایک ایک قبیلے ایک ایک خطے کے متعلق ہر قسم کی معلومات کا بیش بہا ذخیرہ ہیں۔ وہ بھی سید صاحب کے جہاد کو سکھوں تک محدود سمجھتے



تھے۔ اُن کا خاندان تین چار پشتوں سے سید صاحب اور جماعت  
مجاہدین کے مخلص رفیقوں میں چلا آتا تھا۔ اس وجہ سے سید عبد الجبار  
شاہ کی معلومات صاحب البیت کی معلومات بن گئی تھیں۔<sup>۱</sup>  
چوں کہ سید عبد الجبار شاہ صاحب مولانا مہر کے نزدیک "صاحب البیت"  
کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے اس موضوع پر مزید کچھ کہنا تحصیل حاصل سے  
زیادہ نہیں۔

یہ تو خیال تھا سید عبد الجبار شاہ صاحب کا لیکن حقیقت میں ایسا نہیں  
ہے۔ اس نام نہاد جہاد اور جنگ و جدال سے اُن کا مقصد صرف اور صرف یہ  
تھا کہ اپنے آپ کو مامورین اللہ منوایا جائے اور جو اس سے متفق نہ ہو اسے  
بزدل و خیم کر دیا جائے جیسا کہ انہوں نے اپنی بہن سے رخصت کے وقت کہا تھا۔  
"اے میری بہن! میں نے تمہیں خدا کے پیرو کیا اور یہ یاد رکھنا کہ جب  
مک ہند کا شرک۔ ایران کا رفس۔ چین کا کفر اور افغانستان کا فسق میرے  
لاٹھ سے محو ہو کر ہر مردہ سست زندہ نہ ہو جائے گی۔ اللہ رب العزت مجھ کو  
نہیں اٹھائے گا۔ اگر قبل ظہور ان واقعات کے اگر کوئی میرے مرنے کی تم کوخیر  
دے اور تصدیق خبر پر حلف بھی اٹھائے کہ سید احمد میرے رو پر دیکھا یا مارا گیا تو  
تم اس کے قول پر اعتبار نہ کرنا کیوں کہ میرے بے دودھ واثق کیا ہے کہ ان  
چین وں کو میرے ہاتھ پر پورا کرے گا۔"<sup>۲</sup>  
یہ ہے اصل حقیقت۔ اس کے علاوہ باقی جو کچھ بھی کہا جاتا ہے۔ افسانہ و ضلوع

سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ ذیل میں اس احوال کی تفصیل ملاحظہ ہو۔  
(۱) پٹانوں کے مذہبی عقائد کے بارے میں مصنف "مذہب الاسلام" تحریر کرتے ہیں  
یہ بھی یاد رکھو کوئی پہاڑی پٹھان ایسا نہیں گزرا جو سوائے خفی مذہب  
کے اور کسی مذہب کا پیرو ہو یا وہاں بیت کی جانب ذرا بھی میلان  
خاطر رکھتا ہو۔"<sup>۳</sup>

چوں کہ سید احمد بریلوی اور اُن کے ساتھی سید اسماعیل دہلوی وغیرہ پٹانوں  
کے مذہبی عقائد سے اچھی طرح واقف تھے۔ انہوں نے دارم ہرگز زمین بچایا اور  
سید احمد بریلوی کو سرحد میں ایک درویش کے روپ میں لایا گیا۔ تواریخ ہزارہ  
کے مؤلف رقم طراز ہیں۔

"۱۲۸۷ھ میں قندھار اور پشاور کی طرف سے علاقہ یوسف زئی میں  
آئے۔ اور توڑ و شیر میں ڈیرہ بٹا اور اس وقت سات سو آدمی ان  
کے ہمراہ تھے اور معتبر مولوی ان کے ہمراہ یہ تھے مولوی اسماعیل مولوی  
عبدالحی، مولوی مظہر علی، مولوی محمد رمضان۔ اس وقت اس ملک میں  
اُن کی شہرت یہ ہوئی کہ خلیفہ سید احمد ایک شخص عرب سے آیا ہے  
اور خرق عادت عجائب اُس سے ظاہر ہوتے ہیں اور اکثر لوگ اُسی  
روز اور کچھ دوسرے تیسرے روز آکر اُس سے مرید ہوئے۔ اور  
کسی نے کوئی عجائب چیز خرق عادت کی اُن سے نہ جانی۔ گویا اُس  
کی شکل ہی کو خرق عادت تصور کر لیا۔ اور ایک ہفتہ کے اندر ہی  
تمام لوگ جاہل، عالم، غنی، فقیر سب مرید ہو گئے۔ اُس وقت

۱۔ ماہنامہ "ماہ نو"، کراچی مضمون مولانا غلام رسول مہر سید احمد شہید، اکتوبر ۱۳۵۶ء ص ۵۶  
۲۔ تواریخ عجیبہ ص ۹۲ بحوالہ دارالعلم، کراچی ص ۵۱، ۵۲، اکتوبر ۱۳۵۶ء مضمون مولوی  
وحید احمد مسعود

۳۔ مذہب الاسلام تالیف مولانا نجم الغنی راجپور، سید لاہور ص ۱۰



انہوں صاحب سوات والا اور ملاں کو کٹھ واسے بھی مرید ہوئے۔<sup>۲۰</sup>

(۲) جب ان نام نہاد بزرگوں کی ٹولی نے اپنی خود ساختہ درویشی کا رنگ جما لیا تو علاقہ کے عوام نے ان لوگوں (جن کی تعداد اب تین ہزار تک پہنچ گئی تھی) کی مستقل بسر اوقات کے لیے پورے علاقہ کے عشر کی وصولی اور اس کا شرعی نظام کے تحت استعمال ان کے سپرد کر دیا۔ چونکہ پچھان شروع ہی سے عشر کا ادا کرنا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے تھے اس لیے اس علاقے کا عشر اتنا بن جاتا تھا جو ان نام نہاد مجاہدین کی ضروریات پوری کرنے کے علاوہ علاقہ کے دینی اداروں، علماء اور مستحقین کی ضروریات کا بھی کفیل بن سکتا تھا۔ لیکن ان نام نہاد بزرگوں نے پاؤں جمانے کے بعد عشر کی آمدنی کو شرعی طریقہ پر خرچ کرنے کی بجائے اپنی صف بندی اور دہائی عقائد کی تبلیغ کے لیے صرف کرنا شروع کر دیا جس سے طرح طرح کی بدگمانیاں پیدا ہونے لگیں۔

علماء اور دینی مدرسوں کے طلباء وفد کی شکل میں بھی سید صاحب کے

۱۔ حضرت ابو ذر عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ <sup>۱۸۷۷ء</sup> سلسلہ قادریہ کے عظیم پیشوا تھے آپ کے خلفاء میں حضرت قاضی صاحب آواں شریف ضلع گجرات والے۔ اولاد صاحب مانکی شریف جیسی عظیم ہستیوں شامل تھیں۔ حضرت علامہ اقبال بھی آپ کے سلسلہ میں حضرت قاضی صاحب سے بیعت تھے۔ رزار پاک سید و شریف میں مزید خاص و عام ہے ہمیں اس سے انکار نہیں کہ حضرت انون صاحب سوات شروع میں سید صاحب سے بیعت ہو گئے ہوں لیکن جب وہ اس فرقہ ضالہ عقائد سے آگاہ ہو گئے تو انہوں نے ان کے خلاف کفر کا فتویٰ دے دیا۔ (ملاحظہ ہو تاریخ ہزارہ تالیف مرزا محمد اعظم ص ۴۳) ۲۔ تواریخ ہزارہ تالیف محمد اعظم بیگ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء جلد دوم ص ۴۲

حضرت پیش ہوئے اور انہیں اپنی ضروریات سے آگاہ کیا اور ان تکالیف و مصائب کا تفصیل سے ذکر کیا جو عشر نہ ملنے کی وجہ سے انہیں لاحق ہو گئی تھیں لیکن سید صاحب نے ان کی معروضات پر مطلقاً کان نہ دھرا اور انہیں سختی سے جھڑک دیا اور کہا کہ جب تک مجاہدین میں شامل نہ ہو جاؤ گے نہیں عشر میں سے ایک دانہ بھی نہیں ملے گا علماء کا یہ طبقہ جو صدیوں سے دیہات اور قصبہ میں قال اللہ وقال الرسول کی تبلیغ و اشاعت کر رہا تھا اور جس کی گزراوقات اسی عشر پر تھی بہت بد دل ہو گیا۔ اور سید صاحب کے طرز عمل سے لوگوں کے دلوں میں کچھ شکوک بھی پیدا ہونے لگے کہ یہ مجاہدین حنفی المذہب نہیں ہیں اور نہ ہی یہاں کافروں سے جہاد وغیرہ کرنے کے لیے آئے ہوئے ہیں بلکہ ان کا اصل مقصد کچھ اور ہی ہے۔ بلکہ کچھ لوگ تو یہ بھی کہنے لگے۔

”کہ یہ شاید انگریزوں کے مشورے واسطے فتح اس ملک کے آیا ہے۔ جہاد کا

نام فرضی مقرر کیا ہے۔“<sup>۱</sup>

(۳) سید صاحب نے جب کبھی بکڑتا دیکھا تو انہوں نے اپنے ہم رازوں سے صلاح و مشورہ کے بعد ”ما مور من اللہ“ ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ یہ حسین خواب مدت سے ان کے دماغ میں پرورش پا رہا تھا اور اسے پیش کرنے کے لیے کسی مناسب موقع اور جگہ کی تلاش میں تھے اب انہوں نے اسے اپنے آخری حربہ کے طور پر دعویٰ کی شکل میں پیش کر دیا اور اسے تسلیم کرنا۔ تسلیم نہ کرنا اسلام اور کفر قرار دیا۔ اب اس دل چسپ دعویٰ کو سید صاحب کی اپنی زبان سے سنئے۔

”اے عاجز خاکسار و زورہ بے مقدار بلا شک و شبہ از پردہ غیب بریں منصب شریف

۱۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو ”تواریخ ہزارہ“ تالیف مرزا محمد اعظم بیگ صفحات ۲۴۳ تا ۲۵۱ء



از مدت مدید منسوب گردانیدہ اند و بالفعل باظہار آن مامور مانتہ اند  
خدا اینکه عالم انجمن و انکتمان و الستر و الاعلان است، گواہ است برین معنی  
کہ این بندہ در گاہ قادر مختار و عاجز عبودیت شتار بحق صادق محبت  
است۔ اصلاً و مطلقاً بطلان و کذب را در آن مدخل نیست۔ این معنی  
را با یقین تصور فرمایند۔ و در سوید اسے قلب مرکوز در آن ہر کہ  
اقرار این منصب میکند مقبول بارگاہ لایزال است و ہر کہ بازکار  
پیشتر ہی آید بے شک مردود بارگاہ ربّ ذوالجلال۔ روزیکہ ہم آئین و  
آخرین بحضور مالک کہ ملک عالمین است و بعض کرم خود مرا این منصب  
بخشیدہ در بروئے ستر من کہ سید المرسلین است کہ یہ برکت اتباع  
منصب یافتہ مجتمع خواہند گردید۔ رفیقان من کہ باین منصب اقرار  
کردہ اند مناصب عزت و وجاہت خواہند رسید و مخالفان من از  
منصب من انکار سیدارند در مہالک مذلت خواہند کشید فرمائیے  
بیشک آمدنی است و بلا ریب این ہمہ تماشا ظاہر شدن۔ ہرگز نمی خواہم  
کہ کسی از غفلت باین مذلت گرفتار شود۔ لیکن یکم کہ استطاعت  
نہی دارم کہ ہر کس را کشتن کشتن در متابعت خود آرم۔ ع

ترجمہ :- اس عاجز خاکسار اور فرتہ بے مقدار کو بلا کسی شک و شبہ کے غیب  
سے ایک مدت ہوئی اس منصب شریف سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ اور  
عملی طور پر اس کے اظہار پر مامور کیا گیا ہے۔ وہ خدا جو کھلی اور چھپی  
ہوئی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ اس بات پر گواہ ہے کہ اس قادر مختار

ع۔ مکتب سید احمد شہید مرتبہ مولانا غلام حسین صاحب دالہ ضلع سیالکوٹ لاہور و قیام

بارگاہ کا یہ عاجز بندہ کہ بندگی جن کا شعار ہے۔

جھوٹ اور فریب کا اس میں قطعاً کوئی دخل نہیں ہے۔ اس بات کہ  
یقین کے ساتھ جانیے اور اپنے دل میں جگہ دیجیے کہ جو کوئی اس منصب  
کا اقرار کرتا ہے خدائے لایزال کی بارگاہ کا مقبول بن جاتا ہے۔ اور جو  
کوئی انکار کرتا ہے بے شک ربّ ذوالجلال کی بارگاہ میں مردود  
ٹھہرتا ہے۔ اس دن کہ سب اگلے پچھلے اس مالک الملک کی جناب  
میں جن نے محض اپنے کرم خاص سے مجھے یہ منصب بخشا ہے اور میرے  
جد اعلیٰ کے روبرو کہ جو سید المرسلین ہیں کہ جن کی اتباع کی برکت  
سے یہ منصب میں نے پایا ہے، جمع ہوں گے۔ میرے ساتھی کہ جنہوں نے  
اس منصب کا اقرار کیا ہے عزت اور وجاہت کے منصب پائیں گے  
اور میرے مخالفین جنہوں نے میرے اس منصب کا انکار کیا ہے ہلاکت  
اور ذلت میں ڈالے جائیں گے۔ اور قیامت تو یقیناً آتی ہے اور  
بلا شبہ یہ سب تماشا ظاہر ہوگا۔ میں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ مجھ سے خلوص  
رکھنے والا کسی ذلت میں گرفتار ہو۔ لیکن کیا کروں کہ اتنی استطاعت  
نہیں رکھتا کہ ہر ایک کو کھینچ کھینچ کر اپنی اتباع میں لاؤں۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

رفیق من لاریب از محمد یاں است و مخالف من بلا شک از مرۃ کفار  
و منافقین۔ رفیق من از جنود حسین ابن علی است و رفیق مخالف من  
از مرۃ یزید شقی۔ ہر کہ ذرہ از ایمان دار و لا بد رفاقت مرا سعادت  
خود۔ سعادت اسلامی خود میثاورد، ع

ع۔ ایضاً ورق ۱۲۹



ترجمہ:- میرا ساتھی بے شک محمدیوں میں سے ہے۔ اور میرے مخالف کا  
ساتھی بلاشبہ کفار اور منافقین میں سے ہے۔ میرا رفیق حسین بن علی کے  
گروہ سے ہے اور میرے مخالف کا ساتھی یزید شقی کے ٹولہ سے ہے۔ جس  
کسی کے (دل میں) ذرہ بھر ایمان بھی ہے۔ یقیناً وہ میری رفاقت کو  
اپنے اور اپنے اسلاف کے لئے سعادت سمجھتا ہے۔

سید صاحب کے دعویٰ امامت اور اس کے تسلیم کرنے کو اسلام اور عدم تسلیم  
کو کفر قرار دینے کے اعلان کے بعد وہ لوگ جو پہلے ہی سید صاحب اور ان کے  
رفقاء کے عقائد کے بارے میں تذبذب کا شکار تھے اب کھلے بندوں ان سے  
بیزار ہو گئے اور پھر طرفہ یہ کہ اس مدت میں ان نام نہاد مجاہدین کے اصلی مرشت  
بھی سامنے آ گئی اور ان پر فسق و فجور کے الزام اعلانیہ لگنے لگے بلکہ کچھ زبانوں  
پر تو سید صاحب کے کردار کے بارے میں بھی غیر اخلاقی الفاظ آنے لگے۔ اس  
صورت حال کو دیکھ کر سید صاحب کے دعویٰ امامت اور پاکیزگی اخلاق کے  
دفاع میں مولوی اسماعیل دہلوی صاحب کا سدا بہار قلم حرکت میں آ گیا  
اور اس سے پھول جھڑنے لگے۔ ان کا فذی پھولوں کے چند نمونے ملاحظہ ہوں

(۱) ”دور انعقاد امامت جناب امیر المؤمنین برتقانون حدیث و کلام و  
فقہ اصلاً شبہ نیست و آنچه مخالفین از جنس قیام بہ آنجناب بابتابع  
آن جناب نسبت مینمایند پس اولاً آن کہ آنچه بذات آنجناب نسبت  
میکند آن ہمہ سراسر باطل و از سہ صدق عاقل و آنچه بہ رفقائے آنجناب  
نسبت می نمایند پس اکثری از ان ہم مطابق واقع نیست۔ بر تقدیر تسلیم  
پس قیج رفقائے امام ہر کہ در امامت آن امام قادیان نیست۔ چنانکہ قیج  
امتیاز ہرگز در نبوت نبی ایشای قادیان نہی تواند کرد۔ و نیز بر تقدیر تسلیم

”چہ بذات آنجناب ہم نسبت میکنند۔ پس ظاہر است کہ اصل  
امامت بانقائے آل اصلاً قادیان نیست چہ منتہای آن قادیان در مراتب  
ولایت است۔ مراتب ولایت اصلاً در شرط امامت نیست بلکہ فسق و  
ظلم ہم سبب زوال امامت بعد نبوت آن ہرگز نہی تواند شد۔ علی  
ترجمہ:- جناب امیر المؤمنین کی خلافت کے منعقد ہونے میں قانون حدیث  
کلام اور فقہ کی رُو سے قطعاً کوئی شبہ نہیں ہے۔ اور وہ جو مخالفین  
کچھ قباہتیں آنجناب اور ان کی اتباع کرنے والوں سے منسوب  
کرتے ہیں پس اولاً وہ کچھ جو آنجناب سے نسبت کیا جاتا ہے۔ وہ سارا  
باطل اور سچائی سے عاری ہے۔ اور جو کچھ آنجناب کے ساتھیوں سے  
منسوب کیا پس اس میں سے بھی بہت کچھ مطابق واقع نہیں ہے۔ لیکن  
اگر (بفرض محال) مان بھی لیا جائے تو پس امام کے رفقائے برائیاں  
ان کی امامت کے لئے رد و قدح نہیں ہیں۔ جس طرح امتیوں کی برائیاں  
ان کے نبی کی نبوت کے لئے قدح کا باعث نہیں بن سکتیں۔ اور نیز  
(بافرض محال) یہ مان بھی لیا جائے تو بھی جو کچھ آنجناب کی ذات سے  
منسوب کیا جاتا ہے۔ وہ بھی امامت کے لئے قدح کا باعث نہیں بن  
سکتا کہ اس جرح کی انتہا تو مقام ولایت میں ہے اور مقام ولایت  
امام کی امامت کے لیے اصلاً شرط نہیں ہے۔ بلکہ فسق اور ظلم بھی امامت  
کے نبوت کے بعد اس کے زوال کا سبب نہیں بن سکتے۔

(۲) ”اطاعت آنجناب بر کافہ مسلمین واجب گردیدہ ہر کہ امامت آنجناب



ابتداءً قبول نہ کند یا بعد القبول انکار نماید۔ پس ہوں است باغی مستحق دم  
کہ قتل ادرش قتل کفار عین جہاد است و ہنگ ادرش ہنگ اہل فساد  
نین مرضی رب العباد۔ پھر امثال ایں شخص حکم احادیث متواترہ از  
جملہ کلاب النار و ملعونین شرار اند۔ ایں است مذہب ایں ضعیف  
دریں مقدمہ پس جواب اعتراضات معترضین نزد ایں ضعیف ہمیں  
ضرورت باسیف است۔

ترجمہ :- آنجناب کی اطاعت تمام مسلمین پر واجب ہو گئی۔ جس کسی نے  
آنجناب کی امامت ابتداءً قبول نہ کی یا قبول کرنے سے انکار کیا پس  
وہی ہے باغی جس کا خون حلال ہے۔ اور جس کا قتل مثل قتل کفار عین  
جہاد ہے اور اس کی ہلاکت تمام اہل فساد کی ہلاکت کہ اس طرح رب العباد  
کی مرضی ہے۔ چونکہ ایسے اشخاص کی مثال حدیث متواترہ کے موجب جہنم  
کے کتوں اور ملعون شریروں جیسی ہے۔ یہ اس ضعیف کا مذہب ہے  
پس اس ضعیف کے نزدیک اعتراض کرنے والوں کے اعتراض کا جواب  
تسوار کی ضرب ہے۔

مندرجہ بالا اقتباسات کا تجزیہ اگر مختصراً بھی کیا جائے تو مندرجہ ذیل امور  
سامنے آتے ہیں۔

(۱) سید صاحب مامورین اللہ ہیں ان کی پیروی اسلام اور علم پیروی کفر ہے۔

۱۔ ایضاً ورق ۴۲۔ ۴۵۔ ۱۔ اصل میں جو بھی نئی اور باطل تحریک اٹھی ہے۔ اوائل  
میں اس کے داعی نے یہی دعویٰ کیا ہے کہ حق صرف اسی تحریک میں منحصر ہے۔ اس کے قبول  
یا عدم قبول میں وہی فرق ہے جو کفر اور اسلام میں یا ہدایت اور گمراہی میں مثلاً جب جماعت اسلامی  
باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

(۲) سید صاحب کے اس دعویٰ کو نہ ماننے والے جہنم کے کتے ہیں۔ ان کا خون  
ہیانا حلال ہے۔ ان سے جنگ و قتال کرنا عین جہاد ہے۔  
(۳) ضیق اور ظلم دعویٰ امامت کے ابطال کا باعث نہیں ہو سکتے۔ یعنی جب ایک  
شخص مامورین اللہ ہو جاتا ہے تو پھر وہ جتنا بھی ظلم اور فسق کا ارتکاب کرے وہ اس منصب  
پر بحال ہی رہتا ہے۔

پچھان تو سید صاحب کے اس دعویٰ امامت سے پہلے ہی ان کے مذہبی عقائد سے  
بدظن تھے اور یہی سہی کسر ان کے اس دعویٰ نے نکال دی تھی۔ لیکن سید صاحب  
کی بد قسمتی سے اس دعویٰ کے بعد ان کے اپنے ساتھیوں یعنی مندوستانوں میں سے  
بھی کچھ لوگ ان کے اس دعویٰ کو مجدد کی بڑا سمجھنے لگے۔ یہ صورت حال دیکھ کر  
مولوی اسماعیل صاحب نے سید صاحب کے دعویٰ کے اثبات میں ایک کتاب ”منصب  
امامت“ تحریر کی جس کا پہلا ایڈیشن مولوی اسماعیل کی موت کے اٹھارہ سال بعد  
۱۳۹۹ء میں کلکتہ سے بڑی آب و تاب کے ساتھ شائع ہوا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۶۔ یہ کی تحریک کو شروع کیا گیا تو اس کے داعی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی  
نے اس کا تعارف یوں کرایا۔

”ہمارا ایمان ہے کہ اس ایک دعوت اور طریق کار کے علاوہ دوسری تمام دعوتیں اور  
طریقہ ہائے کار مراہر باطل ہیں۔ ہم اپنے عمل کے لحاظ سے تو کسی بلندی و بزرگی کے مقام پر  
فائز ہونے کا دعویٰ نہیں رکھتے۔ مگر اس کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ ہم اپنی اس  
دعوت، اس کے مقصدات و مطالبات اور اس کے طریق کار کے لئے انبیاء علیہم السلام  
ہی کی پیروی و قائم مقامی کرنے کا داعیہ رکھتے ہیں۔“

(درود و جماعت اسلامی، حصہ سوم، مورخہ ۱۳۹۸ء، بار دوم، ص ۱۲۰)  
۱۔ نفسی کے لیے ملاحظہ ہو۔ راسب الاسلام ص ۱۲



اسلام میں کسی قسم کے دعویٰ کو چاہے وہ ولی، مجدد، مجتہد یا مہدی ہونے کا ہو اگر اس شرط کے ساتھ مشروط کر دیا جائے کہ اس دعویٰ کو تسلیم کرنے والا مسلمان اور تسلیم نہ کرنے والا کافر ہوگا تو ایسا کرنے والا اسلام کے نزدیک کافر ہوتا ہے کمال تو یہ ہے کہ سید صاحب اور اُن کے پیرو تو شہید اور مجاہدین اسلام کا نقیب پائیں لیکن مرزا غلام احمد قادیانی اور اُس کے ماننے والے مردود اور کافر قرار دیئے جائیں۔ حالانکہ اس غریب نے سید صاحب سے کوئی بڑا دعویٰ نہیں کیا تھا بلکہ اس کے دعویٰ کی بنیادی دو اینٹیں سید صاحب کا دعویٰ مامور من اللہ اور مولوی محمد قاسم صاحب کی خاتم النبیین کی عجیب و غریب تاویل و تفسیر ہیں۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا اب پھر اصل موضوع کی طرف آئیے۔

مولوی محمد قاسم صاحب نے اپنی کتابوں ”آپ حیات“، ”تذریعہ اناس“، ”اور قاسم العلوم“ میں ”خاتم النبیین“ کے معانی پر عجیب و غریب بحثیں کی ہیں۔ اس وقت میرے سامنے ”قاسم العلوم“ کا وہ نسخہ ہے جس کی تصحیح خود مولانا محمد قاسم نے کی ہے اور مطبع مجتہد دہلی میں ۱۲۹۲ھ میں چھپا ہے اس کتاب میں مولانا نے خاتم النبیین پر جو کچھ لکھا ہے اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

”در صفت پاک شہ لولاک جائے فرمایند ”خاتم النبیین“، در جائے ارشاد است ”ابن ابی اونی بالؤمنین من انفسہم“، معنی خاتم النبیین در نظر ظاہر پرستان ہمیں باشند کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آخر است از زمانہ انبیاء گذشتہ و باز نبی دیگر نخواہد آمد۔ مگر میدانی کہ این سخن است کہ مدح است در آن نہ دخی باز با جملہ ماکان خدا ابا احد من رجا لکم“، این معنی را چہ علاقہ۔ و لکن خاتم النبیین اگر از من پرسی معینش نیست کہ نبوت دیگران مقادار حضرت محمد است صلی اللہ علیہ وسلم و نبوت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در باقی“۔

(۴) مولوی اسماعیل صاحب نے جب دیکھا کہ اب تک جتنے تیر چلائے گئے ہیں سب شک نہ ثابت ہوئے ہیں تو انہوں نے سید احمد بریلوی صاحب کو ایک مفصل خط لکھا جو مکاتیب سید احمد شہید، کے عکسی ایڈیشن مطبوعہ لاہور کے دس صفحات پر چھپا ہوا ہے اس خط میں انہوں نے سید صاحب کو مشورہ (مشورہ نہیں بلکہ حکم) کیوں کہ سید صاحب تو محض آلہ کار تھے اصل میں سب کچھ مولوی اسماعیل صاحب تھے، دیا کہ وہ خوش عقیدہ مسلمانوں کے قتل عام اور اُن کے اموال کو مباح قرار دینے کا اعلان کر دیں اور اُس اعلان کی بنیاد اُس فتویٰ کو بنائیں جو اہل ہند کو تباہ و برباد کرنے کے لئے امیر تیمور نے علماء پنج، اصفہان اور ماوراء النہر سے لیا تھا مولوی صاحب نے خط کے آخر میں امیر تیمور کے استفتاء اور علماء کے جواب (فتویٰ) کو بھی درج کیا ہے۔ یہ خط اپنے موضوع پر حجت قاطع کی حیثیت رکھتا ہے سب سے پہلے تو استفتاء ملاحظہ کریں جو امیر تیمور کے کسی درباری اور ذہین ترین

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۲۸۔ عالم اسباب مستفاد از نبوت دیگران نیست،

”قاسم العلوم مولانا محمد قاسم مطبع مجتہد دہلی ۱۲۹۲ھ تصحیح مصنف ص ۳

ترجمہ :- ”شہ لولاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صفت پاک میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے خاتم النبیین اور دوسری جگہ ارشاد ”ابن ابی اونی بالؤمنین من انفسہم“، ہر پرستوں کی نظر میں خاتم النبیین کے معنی یہی بنتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آخری زمانہ ہے۔ یہ نسبت انبیاء گذشتہ کے اور اس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا لیکن کیا تو جانتا ہے کہ یہ بات نہ ان کی تعریف میں ہے نہ ذم میں پھر اس جملہ ”ماکان معہدا ایا احد من رجا لکم“ کے معنی کے ساتھ اس کی کیا نسبت؟ و لکن خاتم النبیین کے معنی اگرچہ تیرے پوچھے جائیں تو معنی یہ ہیں کہ دوسروں کی نبوت حضرت محمد سے مستفاد ہے تا اللہ علیہ وسلم۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عالم اسباب میں دیگر انبیاء کی نبوت سے مستفاد نہیں۔



عالم کی دماغی کاوش کا شد کا معلوم ہوتا ہے۔ دھو ہذا۔

”پیر می فرمائید علمائے دین محمد و فقہائے شریعہ مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام  
اندین مسئلہ کہ شہر سے از شہر ہائے مسلمانان کہ آنجا والی وقاضی و علماء و  
سادات ہستند۔ فسق و فجور و امور نامشروعہ باندن و اظہار کنند و روا  
سازند، و خاتون جوان خوبصورت و چہرہ را آشکارا کردہ آنجا بنشانند  
و روز و شب آنجا زنا کنند و در مہابتہائے ایشان را بحضور مسلمانان و  
علماء و مفتیان با دُف و دوائی احتضار کنند و تغنی فرمائند۔ و عورت  
مغنیہ را آشکارا در مردان و متان، مفسدان و مستورات در آرند  
و بفساد مشغول شوند و ہر مہمانی در ضیافت و دعوت، کہ بروفق سنت محمد است  
چنانچہ و ہمہ بعد شب نکاح و عقیقہ ہفتم روز از ولادت کنند بلکہ  
عکس آن پڑشا بہت رسم کفار نہند۔ پیش از نکاح چند روز مہمانی کنند و  
شب ششم از ولادت چنانچہ رسم کفار میند است عورت را غسل دہند و مزایز  
مغنیہ را احتضار کنند و تمام رسوم باطلہ کفار را اعانت کنند۔ و دیگر مسلمانے  
بر وفق دین محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایشان را منع کنند منع نشوند، مہم  
بر آن مہر باشند و گویند کہ چینی طائفہ مفسدہ و رسوم باطلہ این کار  
میسر نشود۔ خوگان را آشکارا در آبادی شہر با بداند و آن شعار کفار است  
قاضی و عتسب و امیر و شہنہ و رئیس و کوتوال اخذ رسومات و عقدانہ و سجات  
کنند و آن ناحق را از ہوائی نفس و جہل مستحق و حق خود دانند و این  
کفر است و نیز مردان لباس ریشی و انگشتری زرین بپوشند و برخلاف  
سنت ہمشاہت کفار پوشند بند دستار۔ جو خلاف سنت ہمشاہت  
اغیار بندند و چون ایشان را از ان منع کنند گویند مایان غازیان ہستیم

منوعات شرعی بر ما مباح است۔ پس اگر بادشاہ قاہر باہر کہ در دنیا باشند  
و بر ایشان ثبوت می شود کہ این کار باطلہ و این رسوم باطلہ کہ از شرع  
دور و بکفر نزدیک است می پردازند و ایشان منع نمی شوند و ہم بران کار  
مصر شوند۔ بر این بادشاہ قاہر باہر واجب است بلکہ فرض است کہ برائے  
اعزاز دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم لشکر بکشد و بآن قوم یا تیغ محاربہ  
نمایند و ایشان را بکشند و زنان و فرزند ان ایشان را امیر نمایند و آن  
ولایت خواب سازند تا آن رسوم باطلہ باطلہ برافند و دین محمدی علیہ الصلوٰۃ  
و السلام اعزاز پذیرد۔ تا بلاد ہائے دیگر خلق را انتہاء شود و مسلمانان  
دیگر کہ از این نوع میگردند متنبہ شوند و از ان بازمانند۔ آن بادشاہ  
قاہر باہر درین کار ثواب باشد عند اللہ العظیم یا نہ۔

ترجمہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین محمدی اور مفتیان شریعہ مصطفوی علیہ الصلوٰۃ  
و السلام بیچ اس مسئلہ کے کہ مسلمانوں کے شہروں میں سے ایک شہر جس  
میں کہ والی قاضی، علماء اور سادات موجود ہیں، میں نامشروع امور اور  
فسق و فجور کے کام کھلے عام اور علانیہ طور پر کیے جاتے ہیں اور خوبصورت  
و جوان عورتیں بلا پردہ و بال بٹھتے اور دن رات زنا کرتے ہیں اور  
گڑائیوں میں علماء اور مفتیان کے روبرو ڈھول اور دف بجاتے ہیں۔ اور  
مال لٹاتے ہیں اور گانے و ایوں کو مردوں، مفسدوں اور عورتوں کے  
درمیان بلاتے اور لہو و لعب میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور ہر وہ دعوت جو  
سنت محمدی کے مطابق ہے جیسے و ہمہ نکاح کے بعد اور ولادت کے ساتویں



روزِ عقیقہ نہیں کرتے بلکہ اس کے برعکس کفار سے مشابہ رسوم ادا کرتے ہیں  
 نکاح سے چند دن پہلے ہمانی اور پیدائش کے چھ روز عورت کو غسل دیتے  
 ہیں۔ جو ہندو انہ رسم ہے۔ اور باجے تاشے بجائے اور گائے و ایسوں کو بدلتے  
 ہیں۔ اور کافروں کی تمام باطل رسموں میں شامل ہوتے ہیں۔ اور دوسرا مسلمان  
 جو دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ان کو منع کرتا ہے۔ منع نہیں ہوتے  
 اور اس پر اڑے رہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اب اس طرح کی فضول رسموں کے  
 بغیر وہ رہ نہیں سکتے۔ سو رکھے عام شہر کی آبادی میں رکھتے ہیں جو کہ کفار  
 کی عادت ہے۔ قاضی، محتسب، امیر اور کو تو ال اور رئیس شہر ان رسومات کے  
 بدلے عقدانہ میٹھے لیتے ہیں۔ اور نفس کے لائق اور جاہلیت سے اس ناحق  
 کو اپنا حق جتلاتے ہیں اور یہ کفر ہے نیز مرد ریشی لباس اور سونے کی انگشتری  
 خمر سے استعمال کرتے ہیں۔ جو کہ خلاف سنت اور کفار سے مشابہ ہے  
 اور دستار کے بیچ خلاف سنت طریقے سے اغیار کی مشابہت میں باندھتے  
 ہیں۔ جب ان کو منع کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہم غازی ہیں۔ ممنوعات شرعی  
 ہمارے لیے جائز (مباح) ہیں۔ پس اگر طاقتور بادشاہ دنیا میں ہو اور  
 اس پر یہ باتیں ثابت بھی ہو جائیں کہ ایسے کام کرتے ہیں اور ایسی رسمیں  
 اپناتے ہیں جو شرع سے دور اور کفر کے نزدیک ہیں اور ان سے منع  
 نہیں ہوتے اور ان کاموں پر ضد کرتے ہیں تو اس طاقتور بادشاہ پر  
 واجب بلکہ فرض ہے کہ ان پر دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے  
 لیے لشکر کشی کرے اور اس قوم کے ساتھ تلوار سے دڑے اور ان کو قتل  
 کرے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنائے اور ان کے ملک کو  
 تباہ کر دے تاکہ یہ باطل رسمیں بالکل مٹ جائیں۔ اور دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

باعزت جوتا کہ دوسرے شہروں کے لوگوں کو کان ہو جائیں اور دوسرے  
 مسلمان جو اس طرح کی حرکات کرتے ہیں تنبیہ ہو جائیں اور ان کاموں سے  
 باز رہیں۔ آیا وہ طاقتور بادشاہ اس کام میں اللہ کے نزدیک قابلِ تعریف ہے یا نہیں؟  
 اس استفتاء کے جواب میں علماء کی طرف سے جو فتویٰ دیا گیا تھا وہ نہایت مختصر  
 تھا۔ صرف تین الفاظ پر مشتمل "باشد اللہ اعلم" اس فتویٰ پر نو علماء کے تصدیقی دستخط ہیں  
 اور وہ یہ ہیں عبدالرشید بن قطب الدین ہروی۔ محمد بن طاہر بخاری ماورائے نہر۔ عبدالعزیز  
 بن قطب ہروی۔ علی بن عبدالکریم اصفہانی۔ شیخ ابن جعید کوفی۔ ابوبکر بن ابی القاسم بغدادی  
 عبدالجبار بن یوسف اخبار۔ مظفر بن منصور بلخی۔ نظام الدین تاج اہروی، علی  
 اس استفتاء و جواب کے نقل کرنے کے بعد سید احمد بریلوی کو عائدہ المسلمین کے قتال پر  
 اجماع نے اور آمادہ کرنے کے لیے مولوی اسماعیل صاحب نے ترغیب و تحریص دلائی ہے  
 "جو ممکنہ کہ مشعل بریں غاصد باشد لشکر کشی بر آں مملکت امام را جائز است و  
 زیر و زبر کہ دن آں مملکت موجب ثواب۔ چنانچہ امیر تیمور در باب قتال اہل  
 ہندوستان ہمیں استفتاء نمودہ بود۔ و علمائے کبار کہ حُصَّار آں زمان بودند  
 فتویٰ دادہ اند۔ چنانچہ استفتاء مسطور مع اسامی علماء عیسین و مع حوالہ نقل  
 آں بر کتاب مغیرہ بندیت سامی میرسد۔ اما در آں تامل باید فرمود کہ بعضی  
 ازاں رسوم کہ در استفتاء مذکور اند اگر مخصوصہا در ممالک پشاور  
 متحقق نہ باشد۔ فاما اگر بعضی ازاں بعینہا متحقق باشد۔ و بعضی دیگر از  
 رسوم جاہلیت در عوض آں رسوم سفودہ موجود باشد۔ پس آں ہم در ثبوت  
 حکم مذکور کافی است۔ چہ مدار حکم خصوصیت رسوم مذکورہ نیست۔ بلکہ



مداروں انتشار مطلق ظلم و فسق و اشتہار مطلق رسوم جاہلیت است۔ خواہ  
عین آن رسوم مذکورہ باشند خواہ مثل آن ۱۰۰

ترجمہ :- ہر وہ ملک جس میں ایسے مفسد پائے جائیں اس پر لشکر کشی امام  
کو جائز ہے۔ اور اس مملکت کو تباہ کرنا موجب ثواب۔ چنانچہ امیر تیمور  
نے ہندوستان کی لڑائی میں ایسا ہی فتویٰ دیا تھا اور بڑے بڑے علما جو  
اس زمانے میں موجود تھے نے فتویٰ دیا تھا چنانچہ وہ استفقاء مع ان علما  
کے اسماء کے نقل حوالہ سمیت آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے لیکن اس میں تاثر  
کرنا چاہیے کہ اس استفقاء میں مندرج بعض رسمیں بالخصوص ممالک ہندو  
میں نہیں پائی جاتیں۔ پس لیکن اگر ان میں سے بعض ویسے ہی پائی جائیں  
اور جاہلیت کی بعض دوسری رسوم ان مفقود رسومات کے عوض پائی جاتی  
ہیں۔ پس وہ بھی اس حکم مذکور کے لیے کافی ہیں کیونکہ یہ حکم صرف انہی مخصوص  
رسومات میں نہیں ہے بلکہ اس کا مدار ظلم و فسق کے مطلق پھیلنا اور رسوم  
جاہلیت کے مطلق اشتہار کے لیے ہے۔ خواہ وہ رسم بعینہ موجود ہو یا اس  
کے مثل کوئی اور۔

یہاں مولوی اسماعیل کے زرنیز دماغ کی داد دینی پڑے گی۔ انہیں معلوم تھا کہ  
سید صاحب اور چند اصل مل یقین کے رفق کہیں گے۔ کہ جو الزامات امیر تیمور والے استفقاء  
میں لگائے گئے ہیں وہ اس علاقہ کے مسلمانوں میں موجود نہیں۔ اس لیے ان کے قتال کا فتویٰ  
کیسے دیا جاسکتا ہے۔ اس لیے مولوی صاحب نے پہلے ہی پیش بندی کر دی ہے اور کہا  
ہے کہ اگر ان کفریات کا ان لوگوں میں خارجی طور پر موجود ہونا ثابت نہیں تو ذہنا ہی

انہیں فرض کر لیا جائے۔

عامۃ المسلمین کے قتال اور ان کے اموال کے مباح ہونے کے فتوے لگائے گئے۔  
ان کی تشہیر کی گئی اور اندرون خانہ تیاریاں بھی مکمل کر لی گئیں۔ لیکن بالاکوٹ کے مقام پر  
اس باطل (سید احمد بریلوی اور ان کے رفق) کا ایک دوسرے باطل (دسکھ قوم) کے ہاتھوں  
خاتمہ ہو گیا۔ اور اس طرح علاقہ کے لوگوں کا نہ صرف ایمان محفوظ رہا بلکہ ان کی عزت  
اور ناموس کا احترام بھی بحال رہا۔ مولوی اسماعیل صاحب تو ان کی عورتوں اور بچوں  
کو مال غنیمت تک قرار دے ہی چکے تھے۔

مولوی سید احمد بریلوی صاحب تو مع رفقائے اپنے انجام کو پہنچ گئے لیکن اپنے  
بیچھے دو فتنہ ہائے عظیمہ چھوڑ گئے ایک ”ملاکوٹھ“ کی شکل میں اور دوسرا ”غیبت“ کے روپ  
میں ملاکوٹھ سید صاحب کا خلیفہ خاص اور سرگرم بیرو تھا۔ ارکان اسلام اور ذات  
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص و اہانت اس کا شیوہ خاص تھا، جب اس  
کے باطل عقائد اور خیالات شائستگی کی تمام حدود کو چھلانگ گئے تو غوث زمان قبلہ دارین  
حضرت اخوند عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ جناب احمد علی صاحب یوسف پوری  
مقیم مکہ معظمہ نے اس کی تردید میں قلم اٹھایا اور عربی زبان میں کفریات ملاکوٹھ پر  
ایک مفصل کتاب ترتیب دی جو ۱۲۹۱ھ میں ممبئی سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں فاضل  
مؤلف نے ملاکوٹھ کے کلمات کفریہ کو مع شواہد کے پیش کیا ہے اور پھر ان پر مفصل  
بحث کی ہے۔ ملا کے ایک دو کفریہ کلمے بمصدق ”نقل کفر نہ باشد“ ملاحظہ کیجئے۔  
(۱) قالہ ان رسولہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان متوجہا لہ قلب ففسدہ یسلسر  
فلہ یسلسر لہ عین موقم“ ۱۰

(۲) قالہ ما من زمان الا وفیہ نبی“ ۱۰

۱۰ برہان المؤمنین علی عقائد المضلین تالیف مولانا احمد علی ممبئی ۱۲۹۱ھ ص ۲۳  
۱۰ برہان المؤمنین علی عقائد المضلین تالیف مولانا احمد علی ممبئی ۱۲۹۱ھ ص ۲۱



(۳) قالے لکھنؤ والے سید امیر (سلاوٹھ) رسول اللہ سے

اب رہے غیبت والے فقہ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ سید احمد بریلوی کے قتل کے بعد اس کے مریدوں میں سے ایک شخص مولوی محمد قاسم نے یہ شہر کر دیا کہ سید صاحب کی موت کی خبر غلط ہے وہ زندہ سلامت موجود ہیں۔ ماضی مصلحت کے تحت عوام کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے ہیں اور اپنے مستقر سے بیرون کو ہدایات جاری کر رہے ہیں۔ اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ ہندوستان اور بنگال سے سینکڑوں کی تعداد میں دیہاتی سرحد پہنچنے شروع ہو گئے اور سادہ لوح لوگوں کو اس حسین ترین جاں میں پھنسا کر ان کی دولت پر ہاتھ صاف کرنے لگ گئے۔

اس سراپا لغو اور بے بنیاد فتنہ کی بنیاد بھی اصل میں سید صاحب کا وہ خط ہے جو ہم شروع میں درج کرائے ہیں۔ موقع کی مناسبت سے اسے پھر یہاں درج کرنا ضروری ہو گیا ہے ملاحظہ ہو۔

”اے میری بہن۔ میں نے تمہیں خدا کے سپرد کیا اور یہ یاد رکھنا کہ جب تک ہند کا شرک، ایران کا رفق، چین کا کفر اور افغانستان کا نفاق میرے ہاتھ سے خوبو کہر مردہ سنت زندہ نہ ہو جائے گا۔ اللہ رب العزت مجھ کو نہیں اٹھائے گا۔ اگر قبل ظہور ان واقعات کے اگر کوئی شخص میرے مرنے کی تم کو خبر دے اور تصدیق خبر پر حلف بھی اٹھائے کہ سید احمد میرے دربر در گیا یا مارا گیا تو تم اس کے قول پر اعتبار نہ کرنا۔ کیوں کہ میرے رب نے وعدہ واثق کیا ہے کہ ان چیزوں کو میرے ہاتھ پر پورا کرے گا“۔

مندرجہ بالا سطور کو اگر آپ صرف ایک دفعہ بھی غور سے پڑھیں تو یہ تسلیم کرنے میں

در ابھی بچک محسوس نہیں کریں گے کہ اس فتنہ عظیم کو پیدا کرنے میں شریک غالب خود سید صاحب ہیں۔ تواریخ ہزارہ کے مستند نے قیامت کے اس افسانہ کو بری تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

”مولوی محمد قاسم نے باغواںی ملا قادر مکرپوالہ ایسی مگرابی پھیلانی کہ ہر خلیفہ سید احمد کی نئی کھدوائی اور جا بجا ہندوستان میں خط لکھے کہ خلیفہ سید احمد زندہ ہیں اور چند روز کو ظہور کریں گے۔ اس جھوٹی خبر کو سادہ لوح سچی سمجھ کر آنے لگے اور ہندوستان سے بھی بہت لوگ آئے اور مولوی محمد قاسم امیر مقرر ہوا۔ چنانچہ مولوی ولایت علی اس خبر کو سچا جان کر بنگالہ سے فرج بھی بھیجتا رہا اور آدمی بھی بھیجتا رہا یہاں تک کہ آدمیوں کی کثرت ہو گئی پھر مولوی عنایت علی برادر زادہ مولوی ولایت علی آیا اس نے مولوی محمد قاسم کی امیری موقوف کر دی اور خود امیر ہو گیا۔ مولوی محمد قاسم مع ۵۴ آدمیوں کے نکل کر کڑال میں پاس حسن علی خاں آیا اور کڑالوں کے علاقہ میں بھی دیہاتی ساٹلی پھیلانے اور وہاں کا کان میں عنایت علی کی امیری قائم ہوئی۔ ایک برس کے بعد مولوی ولایت علی خود آیا مع اپنے اہل و عیال کے اور دو مولوی ان کے ہمراہ آئے مولوی مقصود علی بنگالی اور مولوی زین العابدین ان ہر دو مولویوں نے تحقیقات اور دریافت کی تو ثابت ہوا کہ ایک کھڑ میں جھوس ڈال کر اور ٹانگیں لکڑی کی یعنی ایک بت بنایا ہوا ہے اور اس پر دستار باندھی ہوئی۔ اس کو خلیفہ سید احمد کہتے ہیں۔ بعد آگاہی اس امر کے مولوی زین العابدین مع دو سو آدمیوں کے ہندوستان کی طرف دواپس، چلا گیا اور پھر مولوی مقصود علی بھی آدمی لے کر دواپس ہندوستان کو چلا گیا۔“



مولوی زین العابدین تو حقیقت حال سے واقف ہو کر واپس چلا گیا لیکن مولوی ولایت علی  
آفراس کے ساتھی جن کا ذریعہ معاش ہی یہ دل فریب اور دکش و دھوکہ تھا بدستور اسی عقیدہ  
پر جمے رہے کہ سید احمد زندہ ہیں اور اس عقیدہ کی تشہیر بھی کرتے رہے یہاں تک کہ ہزاروں  
آدمی ان کے گرد جمع ہو گئے۔ کئی علاقوں پر انہوں نے ایک دفعہ قبضہ بھی کر لیا۔ لیکن آخر کار  
یہ لوگ بھی پے در پے ہزیمتیں اٹھا کر جنگ زبلیہ میں اپنے انجام کو پہنچ گئے۔ لیکن پھر بھی ان  
نام نہاد مجاہدین کا ایک گروہ جس کا سرخیل مولوی عبداللہ تھا مولوی سید احمد کے چچاں  
سال بعد تک بھی اس عقیدہ پر قائم رہا۔ تواریخ ہزارہ مصنف بیان کرتا ہے۔

مولوی عبداللہ اور ان کے ساتھیوں کا ابھی تک عقیدہ ویسا ہی ہے جیسا کہ  
پہلے تھا وہ یہ عقیدہ ہے کہ خلیفہ سید احمد ساتھ اسی جسم اپنے کے زندہ ہے  
اور ظہور اس کا اسی جسم کے ساتھ ہونے والا ہے۔ ثبوت اس کا وہی کھڑی  
ہے یعنی بت جو ملا عید القادس و وقائم نے بنایا تھا۔ انبیاء و اولیاء وغیرہ  
بزرگوں کے ذکر میں گستاخانہ کلام ہمیشہ ان سے (صادر) ہوتا ہے۔ جو خلاف  
شان اس عظیم الشان گروہ کے ہے چنانچہ تقویت الایمان وغیرہ ان کے  
رسائل نظم و نثر میں بہت جگہ اشارہ اس طرف ہے۔ ع  
جو حضرات عقیدہ غیبت کی تفصیل میں جانا چاہتے ہیں وہ تواریخ ہزارہ کے  
صفحات ۳۴ تا ۳۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

## سید عبد الجبار کی حکمرانی اور معزولی

حضرت اخوند عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب تک زندہ رہے سوات کا  
نظم و ضبط برقرار رہا۔ ہر طرف خوش حالی اور امن کا دور دورہ تھا لیکن ان کی وفات

کے بعد ملک طوائف الملوک کا شکار ہو گیا تو خواہن سوات نے باہمی مشورہ سے سید عبد الجبار شاہ  
ستخانوی کو حکمران بننے کی دعوت دی جو انہوں نے منظور کر لی۔ لیکن بد قسمتی سے انہوں نے  
حکمران بننے کے بعد دہاتی عقائد کی تبلیغ شروع کر دی جس سے حنفی اعتقاد پر پٹھانوں میں غصہ  
کی لہر دوڑ گئی اور مخالفت یہاں تک بڑھی کہ سید عبد الجبار شاہ صاحب نے حکمرانی تو کیا ریاست  
کو چھوڑنے میں عافیت سمجھی۔ اس داستان کو حضرت اخوند عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور  
ان کے خاندان کے ایک مخالف مصنف سراج الدین سواتی کی زبانی سنیں۔

مذہب کے نام پر سوات کے عوام مرٹنے والے اور عقائد کے لحاظ سے کٹر  
حنفی واقع ہوئے ہیں۔ سید عبد الجبار شاہ کو تو انہوں نے اس مفروضے پر  
اپنا حکمران تسلیم کیا تھا کہ نظم و نسق کا تجربہ رکھنے کے علاوہ وہ ایک مشہور سید  
گھرانے کے دیندار فرد بھی تھے۔ لیکن جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ وہ جماعت  
احمدیہ (منسوب بہ سید احمد بریلوی) سے تعلق رکھتے ہیں تو اس انکشاف پر  
وہ نہایت براخروختہ ہوئے اور وصاحت طلب کرنے کے لیے مولوی احمد جان  
کو نمائندہ بنا کر ان کے پاس بھیج دیا۔ سید عبد الجبار شاہ نے اپنے عقائد  
کے بارے میں کسی قسم کے اخفاء سے کام نہیں لیا بلکہ جماعت احمدیہ سے  
اپنے تعلق کا اعتراف کر لیا۔ اس پر مولوی احمد جان نے ریاستی عوام کے  
نمائندوں کو انہیں معزول کرنے کا مشورہ دیا۔ خواجی نمائندوں یعنی خوانین  
سوات نے انہیں معزول کر کے چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر ریاست چھوڑنے  
کی ہدایت کی۔ سید عبد الجبار شاہ صاحب نے بھی رائے عامہ کو اپنے خلاف  
پاکر ریاست کو پر امن طریقے سے چھوڑ دینے میں بہتری سمجھی۔ ع



اس طرح سوات میں روہی عقائد کی سرکاری سرپرستی ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی اور سید  
عبدالجبار شاہ کی معزولی کے بعد خواجہ سوات نے غوثی زمان حضرت اخوند عبدالغفور صاحب  
رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے، میاں گل عبدالودود کو متفقہ طور پر اپنا حکمران تسلیم کر لیا۔ اس طرح  
سلطنت میں دوہائی عقائد کی سرکاری سرپرستی ختم ہو گئی اور فقہ حنفی کو ملک کا سرکاری مذہب  
قرار دے دیا گیا۔

اس کے ساتھ ہی ہم اس دلکش داستان کو ختم کرتے ہیں۔

سید نور محمد قادری

چک نمبر ۵ اشمالی۔ ٹانکانہ چک نمبر ۵

ضلع گجرات

۲۷ مئی ۱۹۸۱ء



# تحقیق مزید

جو حضرات اس موضوع پر اور زیادہ تحقیقی مواد  
کے خواہاں ہیں۔ ان سے گزارش ہے کہ وہ مندرجہ  
ذیل کتابوں سے استفادہ فرمائیں۔

- ۱۔ خون کے آفسو۔ مصنف۔ مشتاق احمد نظامی۔ طبع لاہور
- ۲۔ سید احمد شہید کی صحیح تصویر۔ مصنف۔ وحید احمد مسعود۔ طبع لاہور
- ۳۔ دنیا کے اسلام کے اسباب زوال۔ مصنف۔ حنین رضا بریلوی۔ طبع لاہور
- ۴۔ امتیاز حق۔ مصنف۔ راجا غلام محمد۔ مکتبہ قادریہ۔ لاہور
- ۵۔ خلائق تحریک بالاکوٹ۔ مصنف۔ شاہ حسین گردیزی۔ طبع کراچی
- ۶۔ نور و نار۔ مصنف۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ طبع کراچی
- ۷۔ مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویت الایمان۔ مصنف۔ ابو الحسن زید فاروقی
- مجددی۔ طبع لاہور